مجاہد الحسینی

حضرت شاہ جی کی آخری قید

۱۹۵۳ء کی تحریک تحفظ ختم نبوت کے سلسلہ میں گرفتار ہونے والے رہنما مختلف جیل خانوں میں بند تھے اور فسادات پنجاب کی عدالتی تحقیقات کا آغاز ہوچکا تھا تحقیقاتی کمیشن کی طرف تحریک کے سلسلہ میں مختلف دینی جماعتوں کو اپنا اپنا موقف بیان کرنے کو کہا گیا۔ چنانچہ لاہور سنٹرل جیل میں محبوس زعمائے احرار نے کمشنر کی وساطت سے حکومت مغربی پاکستان سے مطالبہ کیا کہ ہماری جماعت کے ممتاز رہنما چونکہ مختلف جیل خانوں میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کررہے ہیں اور ان سے ضروری مشاورت کے حصول میں سخت الجھنیں پیش آرہی ہیں۔ اس لئے ان سب حضرات کو لاہور سنٹرل جیل میں یکجا کردینا از بس ضروری ہے تاکہ ہم بھی تحقیقاتی کمیشن کے روبرو اپنا موقف اجتماعی حیثیت میں پیش کرسکیں۔ تحقیقاتی کمیشن نے حکومت پر زور دیا کہ جس قدر ممکن ہوسکے ان رہنماؤں کو اکٹھا کرنے کے مواقع فراہم کئے جائیں۔ ادھر کراچی میں گرفتار ہونے والے جلیل القدر رہنما ارباب اختیار کی "مصلحتوں" کے پیش نظر چونکہ حیدر آباد سکھر اور دوسری جیلوں میں الگ الگ کئے جاچکے تھے۔ اس لئے انہیں یکجا کرنے میں تاخیر سے کام لیا گیا ادھر تحقیقاتی کمیشن کا تقاضا شدت اختیار کررہا تھا کہ تحریک کے روح رواں حضرات کی غیر حاضری تحقیقات میں چونکہ رکاوٹ کا باعث بن رہی ہے۔ اس لئے وہ لوگ بلاتاخیر لاہور پہنچ جانے چاہئیں۔

ایک دن لاہور سنٹرل جیل کے ایک افسر نے صبح سویرے آکر ہمیں اطلاع دی کہ آج سکھر جیل کے قیدی یہاں پہنچ رہے ہیں ان سب میں سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور مولانا ابوالحسنات کے اسماء گرامی خصوصا قابل ذکر ہیں اس افسر نے اپنی بات کی تکمیل کرتے ہوئے دوسری مسرت افزا خبر یہ سنائی کہ ان حضرات کے لئے بھی آپ کے اسی "دیوانی احاطہ" میں قیام کا انتظام کیا جارہا ہے اور غالباً دوپہر تک وہ حضرات یہاں تشریف لے آئیں گے۔ لاہور سنٹرل جیل کے دیوانی احاطہ میں اس وقت شیخ حسام الدین، مولانا محمد علی جالندھری، مولانا محمد حیات، سید سبط حسن، ملک عبدالغفور انوری، عطاء اللہ جہانیاں اور راقم الحروف محبوس تھے ہم نے جب ان بزرگوں اور بالخصوص شاہ جی کی آمد کا مژدہ جانفزا سنا تو سب کے چہروں پر مسرت و بشاشت کی ایک لہر دوڑ گئی، ان سب کی آنکھیں روزنِ در پر لگی ہوئی تھیں کہ ان اولوالعزم اور جلیل القدر شخصیات کی زیارت کا شرف کب حاصل ہوتا ہے؟

لاہور سنٹرل جیل میں شاہ جی کی آمد

۲۵ جولائی کو دن کے گیارہ بجے گرفتار ہونے والے حضرات کا ایک گروہ جن میں حضرت امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا سید ابوالحسنات. جناب مظفر علی شمسی اور دیگر حضرات شامل تھے سنٹرل جیل میں پہنچ گیا، باقی حضرات تو دیوانی احاطہ میں آگئے۔ لیکن شاہ جی ابھی ڈیوڑھی میں ہی تھے آپ کے استقبال کے لئے ہمارے

علاوہ دوسری بارکوں کے سیاسی اور اخلاقی قیدی اپنے اپنے احاطوں میں سراپا انتظار بنے کھڑے تھے کہ سامنے سے جیل کے ارباب اختیار اور چند دوسرے قیدیوں کے جلو میں شاہ جی تشریف لاتے دکھائی دیئے جونہی لوگوں کی نگاہیں آپ پر پڑیں امیر شریعت زندہ باد! کے فلک شگاف نعروں سے جیل کے در و دیوار گونج اٹھے، شاہ جی کی آمد اور لوگوں کے نعروں کا انداز ایسا ہی تھا جیسا شاہ جی اپنی زندگی میں کسی اجتماع عام سے خطاب کرنے کے لئے جلسہ گاہ میں پہنچا کرتے تھے۔ دیوانی احاطہ میں شاہ جی سب سے آخر میں پہنچے ضعف اور نقاہت کے باعث آپ بے حد پژمردہ تھے۔ آپ کا لحیم و شحیم جسم اب ہڈیوں کا ایک ڈھانچہ رہ گیا تھا گالوں اور تابناک چہرے پر جھریاں پڑگئی تھی اور جسم پر جگہ جگہ پھوڑے پھنسیوں کے داغ دھبے نمایاں تھے۔ دیوانی احاطہ کے بڑے کمرہ میں شاہ جی اور مولانا ابوالحسنات کے لئے رہائش کا انتظام کردیا گیا۔ ان کی آمد سے قبل چونکہ جیل کے اکثر قیدی چارپائیوں کی بجائے زمین پر اپنا بستر بچھا کر ایام اسیری گزار رہے تھے اور صرف ہمارے احاطہ کے چند نظر بندوں کے پاس جو چارپائیاں تھیں وہ ان بزرگوں کی خدمت میں پیش کردی گئیں۔ جیل کے افسروں نے بعد میں اکثر سیاسی قیدیوں کے لئے چارپائیوں کا انتظام کردیا۔

حکام سکھر جیل کا افسوسناک سلوک

شاہ جی چونکہ بیماری اور سفر کی طوالت کے بعد بے حد نڈھال تھے اس لئے ہم نے اپنی بات چیت صرف علیک سلیک تک ہی محدود رکھی ظہر کی نماز کے بعد جب ارباب سخن نے شاہ جی سے ان کی صحت کے بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے پہلے کراچی کے ارباب اختیار کی کرم بخشیوں کی داستان سنائی کہ ان لوگوں نے ہم بڈھوں (مولانا ابوالحسنات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ پھر سکھر جیل کے افسروں کی اخلاق باختگی اور ان کی سرد مہری کے واقعات سنائے تو سامعین کے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔

شاہ جی نے فرمایا کہ "موسم گرما، جون، جولائی کی ہلاکت خیزیاں، سکھر جیل اور پھر اس کے "رحم دل اور ذرہ نواز" ارباب اختیار! بس یہ تو میرے اللہ میاں کا فضل و کرم ہوا کہ ہم وہاں سے زندہ و سلامت آگئے، ورنہ ان لوگوں نے اپنی جانب سے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا"۔

آپ نے سکھر جیل کی خوراک کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ "چاول اور نامعلوم اشیاء کے امتزاج سے جو سخت سے سخت روٹی تیار ہوسکتی وہ ہمارے لئے مہیا کی جاتی ساگ پات کی جگہ گھاس پھونس اور مسلسل مسور کی دال یہ ہمارے لئے سب سے اچھی "صحت افزا" غذا تجویز کی گئی تھی، تپتے ہوئے مختصر سے قبر نما کمرے ہمارے لئے مسکن اور قیام گاہیں تھیں جن سے معمولی ہوا کا بھی مشکل سے گزر ہوتا تھا جن کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان تکلیف دہ اور دلگداز حالات میں میری صحت کا ستیاناس ہوگیا، جسم کا ستیاناس ہوگیا جسم پر پہلے گرمی دانے نمودار ہوئے۔ پھر وہ سخت پھوڑے بن گئے جنہوں نے میرے بدن میں اس طرح آگ لگادی جس طرح دہکتے ہوئے انگارے جسم پر رکھ دیئے گئے ہوں"۔

شاہ جی نے فرمایا "متحدہ ہندوستان میں ہم نے سخت سے سخت جیل خانے بھی دیکھے ہیں اور سفاک سے سفاک

اور ظالم سے ظالم جیل کے انگریز افسروں سے واسطہ پڑا ہے اور بعض افسروں سے ایسی گٹھی کہ رہائی تک اکھاڑہ بنا رہا لیکن سکھر جیل میں ہمارے ساتھ نرالا ہی سلوک ہوا میں قید و بند کے مصائب بیان کرنے کا عادی نہیں ہوں بلکہ ان کا تذکرہ معیوب سمجھتا ہوں جو لوگ حوالات میں ایک رات کاٹ آئیں تو باہر آکر اخبارات کے نمبر نکالتے ہیں اور زندان کی ساعتیں منٹوں میں حساب لگا کر بیان کی جاتی ہیں بابو! یہ پراپیگنڈے کی دنیا ہے حضرت یوسف علیہ السلام نے تو ہمارے لئے جیل خانہ گلشن بنا دیا تھا جیسے وہاں عطر بیز پھولوں تک رسائی کانٹوں میں الجھنے کے بعد ہی حاصل ہوتی ہے ایسے ہی گلشن زندگی میں تلخیوں اور تنگیوں کے بعد ثمر مراد پا سکتے ہیں"

شاہ جی نے حضرت یوسف علیہ السلام کا ذکر جاری رکھتے ہوئے فرمایا

"سبحان اللہ! انہوں نے کتنی بلند بات کی ہے

ربی السجن الی مما یذعوننی الیہ

اے میرے پروردگار! یہ قید خانہ مجھے اس سے کہیں زیادہ محبوب ہے جدھر وہ مجھے بلا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا یوسف علیہ السلام کے ذکر سے مجھے ڈم ڈم جیل یاد آگئی، ۱۹۳۰ء کے ایام اسیری میں ایک رات سورہ یوسف کی تلاوت کر رہا تھا چودھویں رات کی چاندنی، رات کا سناٹا، فضا خاموش اور ماحول دم بخود تلاوت قرآن میں کچھ وقت گزر گیا۔ اتنے میں پنڈت رانجھی لال سپرنٹنڈنٹ جیل نے مجھے پیچھے سے پکارا دیکھا تو اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی بارش ہو رہی تھی۔ کہنے لگا

"شاہ جی! خدا کے لئے بس کرو میرا دل قابو سے باہر ہو رہا ہے اور اب مجھ میں رونے کی سکت نہیں رہی"

بھائی! قرآن پڑھا جائے تو آج بھی اس کے اعجاز دکھائی دیتے ہیں آپ نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا یہاں ذکر سکھر جیل کا ہو رہا ہے میری تو خیر کوئی بات نہ تھی میں تو سرد گرم کشیدہ ہوں اور پوری زندگی جیل یا ریل کی نذر ہوئی ہے یہ بڑے میاں (ابوالحسنات) بیچارے اس وادیٔ پرخار میں پہلی ہی بار قدم رنجاں ہوئے تھے۔ مجھے ان کا بڑا احساس رہا لیکن ماشاء اللہ ان کو تو میں نے اپنے سب ساتھیوں سے زیادہ صابر و شاکر پایا راقم الحروف نے استفہاماً شاہ جی کی خدمت میں عرض کی آپ حضرات کے ساتھ اس قسم کے افسوسناک سلوک کا محرک کہیں انسپکٹر جیل خانہ جات کا انتقامی جذبہ تو نہیں اس پر شاہ جی نے ایک بار پھر میری طرف دیکھا اور خاموش ہو گئے۔

شاہ جی کا موقف

۷ فروری کو تحریک تحفظ ختم نبوت کے دوران کراچی میں گرفتار ہونے والے دوسرے مرکزی رہنما جن میں ماسٹر تاج الدین انصاری مولانا عبد الحامد بدایونی اور دوسرے حضرات شامل تھے حیدر آباد جیل سے لاہور سنٹرل جیل منتقل کر دئیے گئے۔ ان حضرات کی آمد پر تحقیقاتی عدالت کے سامنے مجلس احرار کا موقف پیش کرنے کا مسئلہ آیا چنانچہ مجلس احرار کے رہنماؤں کا ایک خصوصی اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں مختلف حضرات نے اپنا اپنا نظریہ پیش کرتے ہوئے اس بات پر زور دیا کہ ہمیں تحقیقاتی کمیشن کے ساتھ تعاون کرنا چاہئیے اور اس کے سامنے اپنا موقف پیش کرنے میں کسی قسم کی ہچکچاہٹ سے کام نہ لینا چاہئیے۔ امیر شریعت حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری نے اپنے

رفقاء جماعت اور ارباب سخن کے خیالات سن کر ایک آہ سرد بھری اور فرمایا
"تم دوست جو فیصلہ کرو مجھے اس سے اختلاف نہیں ہوسکتا۔ آپ حضرات نے اپنی مدلل باتوں سے میرے دماغ کو متاثر کیا ہے لیکن (اپنے دل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) اسے کیا کروں یہ ساتھ نہیں دے رہا ہے کہ یہ کمیشن ہمارے ساتھ انصاف نہیں کرے گا بلکہ میری نگاہ میں تو ہمیں رسوا کرنے کے لئے ارباب حکومت کی یہ ایک دلربا چال ہے (شاہ جی نے یہاں پر اس وقت کے ارباب اقتدار کی ایمانی کمزوری اور باطل پرستی کا بھی ذکر کیا) ہمیں کمیشن سے عدم تعاون کا اعلان کردینا چاہیئے پھر جو ہوگا دیکھا جائیگا ویسے تم لوگوں نے شہید گنج اور ۱۹۴۶ء کے انتخابات کے موقع پر بھی میری بات نہ مانی اور اب بھی نہ مانوگے اور آخر کار وہی ہو کر رہا جس خدشے کا اظہار کیا گیا تھا"

شاہ جی کے اس انداز نے حاضرین اجلاس پر ایک سکوت طاری کردیا ساتھیوں نے جب مختلف کمشنوں کے ساتھ تعاون کی سابقہ مثالیں پیش کیں اور اس سلسلہ میں عدم تعاون کو نامناسب قرار دیا تو آپ نے فرمایا
"اگر آپ لوگ اسی پر مصر ہیں تو ہمیں مشروط تعاون پر آمادگی ظاہر کرنی چاہیئے کہ ہمارا اصل فریق مخالف چونکہ قید سے باہر ہے اس لئے یا تو اسے بھی ہمارے ساتھ یہاں لایا جائے تاکہ مقدمہ کی پیروی کے لئے ہم دونوں کے وسائل و ذرائع یکساں ہوجائیں اور یا پھر ہمیں آزاد کردیا جائے تاکہ باہر جا کر ہم بھی اپنا مؤقف آزادانہ ماحول میں واضح کرسکیں۔ ایک فریق کو آزاد اور دوسرے کو سلاخوں میں بند کرنے کی عملی صورت ہی اس بات کا بین ثبوت ہے کہ ارباب حکومت و اختیار اپنا فیصلہ صادر فرما چکے ہیں میری مانو تو اپنی زندگی کا بقیہ حصہ قید و بند کی نذر کردو اور اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کردو وہ بہتر کارساز ہے لیکن اگر آپ حضرات اس کے لئے آمادہ نہ ہوں تو آپ کے فیصلہ کا پورا پابند رہوں گا اور ان شاء اللہ پھر اسی پر عمل ہوگا ہمارے ہاں تو جماعت نام ہے چند دوستوں اور ساتھیوں کی رفاقت کا"

الغرض اس اجلاس میں یہ فیصلہ ہوگیا کہ مجلس احرار کو متوقع نتائج سے بے پرواہ ہوکر من حیث الجماعت تحقیقاتی کمیشن کے سامنے اپنا موقف پیش کردینا چاہیئے چنانچہ بعد میں احرار کا وہی بیان تحقیقاتی عدالت کے روبرو پیش بھی کردیا گیا۔ باوجود کوشش کے جس کی اشاعت کی اجازت نہ مل سکی۔

مارشل لاء کے قیدیوں سے ملاقات

لاہور سنٹرل جیل میں شاہ جی کی آمد کی اطلاع جب مارشل لاء کے قیدیوں کو ملی تو انہوں نے حکام جیل کی اجازت سے شاہ جی سے ملاقات کا پروگرام بنایا۔ ایک دن صبح سویرے ہم اسیران قفس ناشتہ کی تیاریوں میں مصروف تھے کہ دیوانی احاطہ کے انچارج نے آکر شاہ جی سے درخواست کی کہ مارشل لاء کے چند قیدی باہر کھڑے ہیں اور وہ آپ کی زیارت کے مشتاق ہیں۔ اگر اجازت ہو تو انہیں اندر بلالوں ابھی اس کی بات مکمل نہ ہوپائی تھی کہ شاہ جی ننگے سر اور ننگے پاؤں ان قیدیوں کے استقبال کے لئے دیوانہ وار کمرے سے باہر نکل گئے دیوانی احاطہ کے دروازہ پر قیدی خراماں خراماں آرہے تھے ہتھکڑیوں اور بیڑیوں کی جھنکار اور شاہ جی کا استقبال ایک عجیب پر کیف

منظر آنکھوں کے سامنے تھا شاہ جی نے سب کو گلے لگایا ایک ایک کی بیڑی اور ہتھکڑی کو بوسہ دیا۔
پھر آپ نے اشکبار آنکھوں اور غمناک لہجے میں فرمایا

"تم لوگ میرا سرمایہ نجات ہو میں نے دنیا میں لوگوں کو روٹی اور پیٹ یا کسی مادی مفاد کے لئے نہیں پکارا لوگ اس کے لئے بڑی قربانیاں کرتے ہیں میں نے تو اپنے نانا حضرت خاتم النبیین ﷺ کی عزت و ناموس کے تحفظ کی دعوت دی ہے اور تم لوگ صرف اور صرف اسی مقدس مقصد کے لئے قید و بند اور طوق و سلاسل کی صعوبتیں برداشت کر رہے ہو۔ تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے سیاسی شہرت یا ذاتی وجاہت جس کا مقصود ہو تم یہاں جیل میں بھی غیر معروف ہو اور جب تم اس دیوار زنداں سے پرے جاؤ گے تو باہر تمہارا استقبال کرنے والا اور گلے میں پھولوں کے ہار ڈال کر نعرہ لگانے والا بھی کوئی نہ ہوگا نیت اور ارادے کے اعتبار سے جس کی آمد اس مقصد کے لئے ہوتی ہے۔ وہ یہی مقصد لے کر واپس چلا جائے گا۔ میرے لئے اس سے بڑا سرمایہ افتخار اور کیا ہوسکتا ہے"؟

شاہ جی یہ چند جملے فرما چکے تو کسی نے ایک قیدی کی جانب اشارہ کرتے ہوئے بتایا کہ تحریک میں اس کا بھائی گولی کا نشانہ بن چکا ہے اس کے لئے دعا فرمائیں شاہ جی نے تحریک کے دوران متشددانہ کارروائیوں کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا

"بھائی ہم ہرگز یہ نہیں چاہتے تھے کہ حکومت یا عوام تشدد پر اتر آئیں اور کوئی ناخوشگوار صورت نمودار ہوجائے، میں نے کراچی جیل میں جب لاہور اور دوسرے مقامات پر گولی چلنے کے واقعات سنے اور معلوم ہوا کہ کئی بوڑھے باپوں کی لاٹھیاں ٹوٹ گئیں ہیں ماؤں کے چراغ گل ہوگئے ہیں اور کئی سہاگ اجڑ گئے ہیں تو مجھے اس کا بڑا صدمہ پہنچا میں نے وہاں کہا تھا کہ کاش مجھے کوئی باہر لیجائے یا ارباب اقتدار تک میری یہ آرزو پہنچا دی جائے کہ تحفظ ناموس رسول کے سلسلہ میں اگر کسی کو گولی مارنا ضروری ہو تو گولی میرے سینے میں مار کر ٹھنڈی کردی جائے اور کاش اس سلسلہ میں اب تک جتنی گولیاں چلائی گئی ہیں وہ مجھے ٹکٹکی پر باندھ کر میرے سینے میں پیوست کردی جاتیں۔

مارشل لاء کے ان قیدیوں کے علاوہ جو حضرات شاہ جی سے ملنے کے لئے آئے ان میں سے سید ابو الاعلیٰ مودودی، شیخ الحدیث مولانا محمد اسمٰعیل سلفی، مولانا غلام محمد ترنم، مولانا اختر علی خان، مولانا عبد الستار خان نیازی، اور مولانا امین احسن اصلاحی کے نام خصوصاً قابل ذکر ہیں۔

جیل میں شاہ جی کے مشاغل

لاہور سنٹرل جیل میں امیر شریعت عطاء اللہ شاہ بخاری کے مشاغل کا عنوان ایسا ہے جس پر کچھ لکھا جاسکتا ہے۔ یہاں پر صرف چند ضروری واقعات پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔ جن لوگوں کو شاہ جی کی زندگی کا قریب سے مطالعہ کرنے کا شرف حاصل ہوا ہے وہ اس حقیقت سے بخوبی اندازہ لگاسکتے ہیں کہ شاہ جی کے روزمرہ کے مشاغل بظاہر کسی منظم پروگرام کے تحت نہیں ہوا کرتے تھے یعنی مطالعہ کتب، تحریر ملاقات اور سیر و سیاحت کے لئے کوئی باقاعدہ نظم اوقات مرتب ہو، شاہ جی کی زندگی میں اس انداز کا نظم اگر دکھائی دیتا ہے تو وہ صرف عبادات کا ہے آپ نماز سے فارغ ہو کر قرآن پاک کی تلاوت کرتے یا پھر درود و وظائف میں اور ذکر الہی میں منہمک رہتے۔ تہجد کے وقت

جب کبھی آپ اللہ اللہ کا ذکر بالجہر کرتے یا دوسرے اوقات میں تلاوت قرآن مجید کرتے تو وجد میں آجاتے اور اپنا روائتی لب و لہجہ اختیار کرتے تو سکوت زنداں میں ایک ارتعاش پیدا ہو جاتا اور ایک عجیب سماں بندھ جاتا شاہ جی کے مشاغل میں سب سے زیادہ جس بات کو اہمیت دی جاسکتی ہے اور وہ ان کا تذکرہ ماضی ہے شاہ جی اپنے زمانۂ حیات میں جب احباب و رفقاء کی محفل آراستہ کرتے تو اکثر اپنے ماضی کے عظیم الشان واقعات او اپنے مثالی کارناموں کا بے تکلف ذکر اس طرح کرتے جیسے تاریخ کے اوراق پارینہ پڑھے جارہے ہوں شاہ جی اپنی مجلسی زندگی میں تاریخ آزادیٔ وطن کے بڑے سنہری باب پڑھ کر سناتے ہیں کاش ہمارے ہاں کوئی ایسا ادارہ ہوتا جو حیات امیر شریعت کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کرکے آئندہ نسل کے لئے کوئی قابل ستائش مواد فراہم کرنے کا اہتمام کرتا۔

ایک دن چائے سے فارغ ہو کر ابھی دستر خوان پر ہی بیٹھے تھے کہ فتح دین نامی باورچی کا ذکر چھڑ گیا۔ اس باورچی نے اگرچہ پکانے میں خاصی مہارت حاصل کرلی تھی لیکن مولانا ابوالحسنات (جنہیں شاہ جی ہر فن مولا کے نام سے یاد کرتے تھے) اس کی ایک نہ چلنے دیتے اور ضرور کوئی نئی ہدایت جاری فرمادیتے الغرض شاہ جی نے مختلف باورچیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے ایک بار انگریزوں کے خلاف خانساموں کی تحریک عدم تعاون بھی چلائی مجھے جہاں کہیں سے اطلاع ملتی کہ اس انگریز افسر کے ہاں کوئی مسلمان ملازم خانساماں کی خدمات سرانجام دے رہا ہے تو اسے عدم تعاون پر آمادہ کرتا چنانچہ اس سلسلہ میں ایک خانساماں کانفرنس منعقد کی گئی جس کے اچھے اثرات مرتب ہوئے۔

شاہ جی کے مشاغل کے ساتھ ہی یہاں پر اگر آپ کی جسمانی ورزش کے باب کا ایک حصہ قارئین کے سامنے پیش کردیا جائے تو دلچسپی سے خالی نہ ہوگا تحریک تحفظ ختم نبوت کے رہنماؤں کو ہمارے احاطہ میں تشریف لائے ابھی چند دن ہوئے تھے کہ راقم الحروف نے از راہ تفنن طبع شاہ جی، مولانا ابوالحسنات، مولانا عبدالحامد بدایونی، شیخ حسام الدین، مولانا محمد علی جالندھری، اور ماسٹر تاج الدین انصاری کی خدمت میں عرض کیا اے بابا حضرات ہمیں یہ ایام اسیری بیمار بن کر نہیں گزارنے جسمانی ورزش کا بھی کوئی پروگرام مرتب ہونا چاہئیے اٹھیئے اور میدان کارزار میں ہمارا مقابلہ کیجئے۔ مولانا ابوالحسنات تو مسکرا دیئے شاہ جی نے مجھے ڈانٹ پلادی "جاؤ اپنا کام کرو" میں نے عرض کیا شاہ جی سیفٹی ایکٹ پر مزید سیفٹی ایکٹ نافذ کرنے کا کوئی فائدہ نہیں میں تو والی بال کھلانے کے لئے آپ کو لے جاؤں گا۔

اس اثناء میں مولانا محمد شریف جالندھری اور ملک عبدالغفور انوری میرے ساتھی بن گئے، چنانچہ شاہ جی ہماری درخواست پر کھیلنے کے لئے باہر گراؤنڈ میں چلے گئے اب یہ مسئلہ درپیش تھا کہ والی بال کہاں سے حاصل کیا جائے۔ یا پھر اس کی جگہ پر متبادل کھیل کونسا کھیلا جائے میں نے اپنا تولیہ گول کرکے گیند بنالیا اور شاہ جی کی جانب پھینک کر کھیل کا آغاز کردیا اس پر ایک زور دار قہقہہ بلند ہوا بس پھر کیا تھا مولانا ابوالحسنات کے علاوہ دوسرے حضرات بھی ہمارے ساتھی بن گئے شیخ صاحب اپنے گھٹنے میں تکلیف کے باعث چونکہ کھیل سے معذور تھے اس لئے انہیں کھیل کا منصف ٹھہرایا گیا ایک دو روز تو ہم اس طرح کھیلتے رہے چند دن بعد ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ جیل مہر

محمد حیات صاحب عین اس موقعہ پر دیوانی احاطہ میں آئے جب ہم کپڑے کی گیند کے ساتھ اپنے کھیل میں خوب مصروف تھے۔ مہر صاحب ہمیں دیکھتے ہی کھلکھلا کر ہنس پڑے اور آتے ہی بولے آپ حضرات نے اس سلسلہ میں ہمیں کیوں نہ مطلع کیا۔ ہم آپ کے لئے کھیل کا سارا سامان فراہم کردیتے اور وہ تو قانونی طور پر آپ کا حق بھی ہے۔ خیر دوسرے دن والی بال نٹ اور بیڈ منٹن کھیلنے کا سامان ہمارے احاطہ میں پہنچ گیا سامان دیکھ کر اب دوسرے رہنماؤں نے بھی کھیل کے لئے آمادگی ظاہر کی چنانچہ اچھی خاصی ٹیم مرتب ہوگئی۔ اب ذرا کھلاڑیوں کی اس ٹیم کے اسمائے گرامی بھی سن لیجئے امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری مولانا عبد الحامد بدایونی، ماسٹر تاج الدین انصاری، مولانا محمد علی جالندھری، مولانا محمد حیات فاتح قادیان، مولانا لال حسین اختر، صاحبزادہ فیض الحسن، سید سبط حسن (سابق مدیر لیل و نہار)، مولانا سید نور الحسن شاہ بخاری، ملک عبدالغفور انوری، مولانا محمد شریف جالندھری، سائیں محمد حیات پسروری، مولانا ابو الحسنات اپنے پاؤں مین سخت تکلیف کے باعث کھیل پر آمادہ نہ ہوسکے تھے ویسے گراؤنڈ میں باہر بیٹھ کر کھیل میں خوب دلچسپی لیتے رہے اور اس بات کا تذکرہ تو آپ حضرات کے لئے یقیناً معلومات افزا ہوگا کہ ہر جمعہ کو ہماری اس ٹیم کا بم کیس کے محبوس نظر بندوں کے ساتھ میچ ہوتا بم کیس میں بھی اس تحریک کے قیدی جمع تھے۔ اس میں اکثریت چونکہ جماعت اسلامی کے رہنماؤں اور کارکنوں کی تھی اس لئے بم کیس ٹیم کا نام جماعت اسلامی اور دیوانی احاطہ کی ٹیم کا نام احرار رکھا گیا میچ کے دوران جو ٹیم کامیاب و کامران ہوتی رہی ہے "بم کیس ٹیم کو اس کا بخوبی علم ہے"۔

کھیل کا یہ تذکرہ اگرچہ طوالت اختیار کر گیا ہے اور ممکن ہے کہ قارئین حضرات کے ذوق سلیم پر کچھ شاق گزرے مگر چونکہ مقصود شاہ جی کی زندگی کا ایک ایسا پہلو بیان کرنا ہے جس کا نظام صحت کے ساتھ گہرا تعلق اور وابستگی ہے اس لئے امید کی جاتی ہے کہ حضرات قارئین اسے گوارا ہی کریں گے شاہ جی نے اپنی جسمانی ورزش کا ذکر کرتے ہوئے ایک بار یہ بھی بتایا کہ دور جوانی کے عالم میں جبکہ امرتسر کی ایک مسجد میں خطیب تھے اکثر مروجہ ورزشی امور میں دلچسپی لیا کرتے تھے۔ اور ان کے جسمانی حسن میں ورزش کو خاصا دخل رہا ہے۔

تاثرات

ایک دن میں نے شاہ جی سے دریافت کیا کہ آپ ایام اسیری میں کس شخصیت سے اور اس کے کس کارنامہ سے متاثر ہوئے ہیں میرا یہ سوال سن کر پہلے تو حسب معمول ٹالنے کی کوشش کرتے رہے جب میں نے ذرا اصرار کے ساتھ معروضات پیش کیں تو فرمانے لگے

"مجھ سے کیا پوچھتے ہو بھائی میں تو ایک گنہگار انسان ہوں اور گنہگار کسی گنہگار ہی سے متاثر ہوسکتا ہے۔ قید و بند کے دوران جب بعض اخلاقی قیدی چوری ڈکیتی کے جرم میں آتے ہیں اور ایام اسیری گزارنے کے بعد جب واپس لوٹنے لگتے تو ان میں سے پختہ کار مجرم جیل کے برتن چٹائی اور کمبل وغیرہ یہ کہہ کر اپنے ساتھیوں کی تحویل میں دے جاتے کہ انہیں ڈیوڑھی میں جمع نہ کرانا۔ ہم بہت جلد واپس آکر یہ وصول کرلیں گے۔ ان گنہگاروں کے عزائم کی بلندی اور اپنی دھن کی پختگی نے مجھ کو بڑا متاثر کیا یہ لوگ گناہ میں اس قدر پختہ ہیں اور ہم سراسر نیکیوں اور محاسن میں

کمزوری کا اظہار کریں۔

اور بھائی! یہ کفر میں پختگی تو کبھی کبھی انبیائے کرام کی خصوصی توجہ اور دعاؤں کا مرکز بن جایا کرتی ہے جبھی تو حضرت خاتم النبیین ﷺ نے اللہ میاں سے حضرت عمرؓ کو مانگا اور پھر اسلام میں انہوں نے استقلال اور شجاعت وہ کا ثبوت دیا جو تحریک اسلام کے ایک سنہری باب کی حیثیت سے ہمیشہ درخشندہ اور تابناک رہے گا۔

شاہ جی نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا بات یہ ہے تو طنز و مزاح کی لیکن خدا بھلا کرے علامہ حسین میر کاشمیری کا وہ مزاح میں بھی کمال کی بات بتلا گئے۔

تحریک عدم تعاون کے سلسلہ میں ایک بار علامہ حسین میر کاشمیری گرفتار ہو کر غالباً کیمبل پور جیل میں چلے گئے جماعتی دوستوں میں سے خصوصاً چودھری افضل حق نے جماعتی احباب کا اہم اجلاس دفتر مرکزیہ مجلس احرار لاہور میں طلب کیا چنانچہ اجلاس میں یہ فیصلہ طے پا گیا کہ علامہ صاحب سے جیل میں ملاقات کے لئے ان حضرات پر مشتمل ایک وفد بھیجا جائے اور اس قدر رقم ان کے اخراجات کے لئے مخصوص کر دی جائے تو یکایک باہر کسی نے بند کمرے کا دروازہ خوب زور سے کھٹکھٹانا شروع کر دیا پہلے تو ہمیں اس حرکت پر بہت غصہ آیا مگر جب دوسری بار اسی انداز سے دروازہ کھٹکھٹایا گیا تو چودھری افضل حق صاحب نے اٹھ کر دروازہ کھولا دیکھتے ہیں علامہ حسین میر اپنے کندھوں پر بستر اٹھائے کھڑے ہیں۔ چودھری صاحب نے دیکھتے ہی اظہار حیرت کے طور پر فرمایا اے علامہ تم کیسے! علامہ حسین میر نے اتنے میں اپنا بستر اجلاس کے عین وسط میں لا کر زور سے ٹپک دیا اور دوسری طرف متوجہ ہو کر بولے شاہ جی! میں تو انگریز اور انگریز کی جیل پر لعنت بھیج کر آ گیا ہوں میں نے پوچھا علامہ! لعنت کے معنی! جھٹ بولے لعنت! یعنی لکھ کر دے آیا ہوں تمہارا مقصد انگریز سے عدم تعاون ہے جب جیل سے باہر ہوتے ہیں تو انگریزوں کی انتہائی کوشش یہ ہوتی ہے کہ یہ جیل کے اندر جائیں اور جب اندر چلے جاتے ہیں تو ان کی انتہائی کوشش یہ ہوتی ہے کہ یہ جیل سے باہر نہ جائیں۔ میں نے یہی سمجھا کہ جیل میں بھی عدم تعاون کرنا چاہیئے علامہ حسین میر کی یہ نرالی منطق سن کر محفل زعفران زار بن گئی۔

❄

ایسا بزرگ، جس پر جماعت کو ناز تھا۔

مولانا سید محمد میاں: (دہلی)

ان کی موت سارے علام اسلام کے لئے نقصان عظیم ہے

مولانا احتشام الحق تھانوی

اردو میں شاہ جی سے بڑا خطیب پیدا نہیں ہوا اور آئندہ بھی کئی نسلیں اتنا بڑا خطیب پیدا نہ کر سکیں گی۔

مولانا ظفر علی خان

انہیں دیکھ کر قرون اولیٰ کے مسلمان یاد آتے ہیں۔

خواجہ حسن نظامی

ان کے وجود کی ماہیت اور معنویت کا ذرہ ذرہ اسلامیت سے سرشار تھا

غلام رسول مہر